OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 https://www.arjicc.com ISSN (PRINT): 2710-0227
DOI: https://doi.org/10.53575/arjicc.v2.03(21)u19.259-273

پاکستانی مسلم خواتین کو امن واصلاح میں درپیش مسائل اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل

Problems faced by Pakistani Muslim women in peace and reform and their solution in the light of Islamic teachings

Dr. Muhammad Majid Khan
Department of Education Punjab, District , Vehari.
Email: majidbzu586@gmail.com

Dr. Muhammad Zubair Hassan
PhD Scholar,Department of Islamic Studies,Gomal University Dera Ismael Khan.
Email: zubairlangrial@gmail.com

Dr. Inam ul Haq
Department of Education Punjab, District,Faisal Abad.
Email: inamulhaqinam2008@gmail.com

Received on: 20-10-2021 Accepted on: 21-11-2021

Abstract

Human's life cycle began with a man and a woman. The women breed the human race with her blood and children's care, home management, preparation of food and clothes have been remained in her duties. Peace is the substitute of security and reformation is the name of correction. So, it must be in view that where Islam wants collective reform, it never ignores person's correction but it declares that man's correction is truly a social reform. No doubt, the feminist part is called a spinal cord of society, if they come forward in this field to improve the work of reform, unite each other with the concept of every correction, the destination of our society will be reversed. In reality, the society will become a practical model of peace then it can be called a reformed and welfare community. This article will highlight, the problems related to Muslim women in peace and reform in Pakistan with their solutions in the light of Quran and Sunnah.

Keywords: Human race, substitute, security, destination, Spinal cord and community.

پاکستان کو آج یعنی اکیسویں صدی میں بہت سے مسائل کا سامنا ہے اس صورت حال میں خواتین کی ذمہ داریاں مزید بڑھ گئی ہیں غربت، تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی، جہالت، بے روز گاری، فرقہ پرستی، حقوق و فرائض کی جنگ اور سیاسی صورت حال وغیرہ وہ مسائل ہیں جو پاکستانی معاشرہ برداشت کر رہا ہے اور انہی وجوہات کی بناء پر تخریب کاری کے واقعات جنم لیتے ہیں جو ملک میں تباہ و بربادی پھیلا کر بدامنی اور بے چینی کا سبب بنتے ہیں اس لیے امن کے قیام میں خواتین اس شعبہ میں کام کر رہی ہیں چونکہ اسلام جس معاشرہ کی تعمیر چاہتا ہے اس کا

تصور تب تک ممکن نہیں جب تک یہ دونوں (مرد اور خواتین) معروف کو قائم کرنے اور منکر کو مٹانے میں نہ لگ جائیں چنانچہ خواتین اپنے وطن قوم اور دین کے تحفظ کے لیے بڑی جدوجہد کررہی ہیں اس لیے موجودہ معاشرہ میں قیام امن کے لیے خواتین کے کردار کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

قیام امن انتہائی اہم اور ان بنیادی امور میں سے ہے، جن سے کوئی بھی معاشرہ کامیابی اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے، قیام امن ہر انسان کا بنیادی حق ہے، قیام امن ہی وہ چیز ہے جس سے انسانی زندگی خوشحال اور پرسکون بن جاتی ہے، دین اسلام نے سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا ہے وہ قیام امن ہی ہے اس لیے کسی بھی معاشرے کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے اس معاشرے میں امن کا قیام نہایت ضروری ہے ۔داخلی طور پر اگر ملک کا امن وامان مستحکم نہیں ہوگا تو ترقی کے تمام منصوبے دھرے رہ جائیں گے۔ایک اچھے معاشرے کے قیام میں افراد معاشرہ کا کردار کافی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

اسلام نے قیام امن کو معیشت پر بھی ترجیح دی ہے۔ معاشرے میں امن' ترقی اور اقتصادی استحکام کے لئے خواتین کا کردار خاص کر اہم ہے۔ مردوں کی زندگی میں خواتین کے کردار کی اہمیت ہوتی ہے گھروں میں خواتین کی بے شمار ذمہ داریاں ہوتی ہیں مرد کی زندگی میں سب سے پہلی خاتون اس کی ماں ہوتی ہے۔وہی اس کے لیے پہلا امن وسلامتی کا دروازہ ہے اس لیے کسی بھی معاشرے میں امن کے لیے اگر عورتوں کا موثر کردار ہوگا تو اس کے ثمرات بھی معاشرے کے لیے انتہائی مفید ہوں گے۔

امن کا مفہوم:

امن کے لغوی معنی: لغت میں امن سے مراد چین، اطمینان، سکون و آرام، صلح، آشتی اور پناہ کے ہیں۔[1]

امن کا اصطلاحی مفہوم: اصطلاح میں امن سے مراد وہ کیفیت ہے جس میں افراد معاشرہ کو کسی قسم کا کوئی ڈر اور خوف نہ ہو

امن کا مفہوم قرآن کی روشنی میں: قرآن میں اکثر مقامات پر امن کا ذکر کیا گیا ہے حتیٰ کہ جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو امن کی جگہ بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی:

''وإذ قال إبراهيم رب اجعل هذا بلدا آمنا ''۔[2]

'' جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا، اے پروردگار تو اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے ''۔

چنانچہ امن ایک ایسی حالت کا نام ہے جس میں انسان افعال واعمال کو بے خوف وخطر انجام دیتا ہے.

جیسا کہ ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے

'' فيه آيات بينات مقام إبراهيم ومن دخله كان آمنا '' ۔[3]

'' جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے اس میں جو آجائے امن والا ہو جاتا ہے ''۔

یعنی مقام ابراہیم جو کہ شعائر اللہ میں سے ہے اسے امن کو گھوارہ (مرکز) قرار دیا گیا ہے کہ جو اس میں داخل ہو گیا اسے امان حاصل ہے

مندرجہ بالا آیات قرآنیہ کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ امن سلامتی کا دوسرا نام ہے اور حقیقی مسلمان وہ ہے کہ جو خود بھی امن پسند اور دوسروں کے لیے بھی اسے پسند کرے یعنی جس کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں احادیث مبارکہ میں بھی اس کا ذکر ہوا ہے۔

امن سنت رسول ﷺ کی روشنی میں:

نبی کریم ﷺ کی سنت کی روشنی میں امن سے متعلق جو تعلیمات ملتی ہیں ان کی رو سے مسلمان ہی امن کا داعی ہے اسلام اپنے پیروکاروں یعنی مسلمانوں کی تعریف ہی یہ کرتا ہے کہ ان کے شر سے مسلمان محفوظ ہو، تمام پڑوسی محفوظ ہوں غیر مسلم اور مخالف بھی محفوظ ہوں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

''والله لا يؤمن، والله لا يؤمن، والله لا يؤمن "،قالوا: وما ذاك يا رسول الله؟ قال:"الجار لا يأمن جاره بوائقه"،قالوا: يا رسول الله،وما بوائقه؟ قال:شره''۔[4]

'' بخدا وہ مؤمن نہیں، بخدا وہ مؤمن نہیں، بخدا وہ مؤمن نہیں، عرض کیا گیا کون مؤمن نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا، جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو''

گویا اسلام میں مؤمن کے ایمان کی سلامتی کو پڑوسی کی سلامتی سے مشروط کیا گیا ہے اور پڑوسی میں مسلم، غیر مسلم، دور اور نزدیک کے سب افراد شامل ہیں اسی طرح ریاستوں اور حکومتوں کی سطح پر بھی یہی حکم ہے، ایک اور مقام پر امن کو خیر یوں قرار دیا ہے:

'' ألا أخبركم بخيركم من شركم؟ فسكت القوم، فأعادها ثلاث مراتٍ، فقال رجل من القوم: بلى، يا رسول الله، قال: خيركم من يرجى خيره، ويؤمن شره، وشركم من لا يرجى خيره، ولا يؤمن شره ''۔[5]

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ تم میں سے بہترین کون ہے اور بدترین کون ہے؟ صحابہ خاموش ہوگئے نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات دھرائی، پھر ایک صحابی نے عرض کیا، جی ہاں اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمیں ضرور بتائیے کہ ہم میں سے اچھا کون ہے اور برا کون ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے کہ جس سے خیر کی توقع کی جائے اور اس کے شر سے لوگ محفوظ رہیں اور تم میں سے بدترین شخص وہ ہے جس سے کسی خیر کی امید نہ رکھی جائے اور اس کے شر سے لوگ محفوظ نہ ہوں''۔

مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ امن سلامتی کا ہی دوسرا نام ہے اس سلامتی کا دائرہ کار پڑوسی سے شروع ہوتا ہے اور پڑوسی میں دور و نزدیک کے سب افراد، اقوام اور ریاستیں شامل ہیں گویا اسلام معاشرے میں امن و سلامتی کا سب سے بڑا خواہاں ہے جس میں تمام افراد، اقوام اور ریاستوں کی سلامتی کو ایمان سے مشروط کر دیا ہے۔

اصلاح کا معنی و مفہوم:

لغوی معنی: '' اصلاح سے مراد سنوارنا اور صلح کروانا کے ہیں یہ مصدر افعال کے وزن پر ہے''۔[6]

اسی طرح فیروز اللغات میں اصلاح کا لغوی مفہوم اس طرح درج ہے

''صحت، درستی، ترمیم، تصحیح، مرمت اور نظر ثانی''۔[7]

گویا اصلاح صلح سے ماخوذ ہے جس کے معنی بہتر بنانا، درست کرنا یا کسی چیز کو درست مقام پر رکھنا ہے۔

اصلاحی مفہوم: دراصل اصلاح درستی یا ازالہ فساد کا نام ہے، چنانچہ معاشرہ میں جہاں بھی فساد ہوگا اس کی درستی کا نام اصلاح ہے۔ اسلام جہاں جماعتی اصلاح کا ضامن ہے وہاں افراد کو بھی نظرانداز نہیں کرتا بلکہ فرد کی اصلاح کو ہی اصلاح کا نکتہ آغاز قرار دیتا ہے کیونکہ فرد معاشرے کا بنیادی رکن ہے، لہٰذا فرد کی اصلاح حقیقتاً معاشرہ کی اصلاح ہے۔

اصلاح کا مفہوم قرآن کریم کی روشنی میں:

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اصلاح کے ساتھ معاشرتی مصلح کی فضیلت پر زور دیا گیا ہے اور اصلاح ہی کامیابی کی ضامن قرار دیا ہے اس لیے کہ امن واصلاح والا معاشرہ جس رفتار سے ترقی کر سکتا ہے، اس کے برعکس فتنہ وفساد والا معاشرہ ہرگز ترقی نہیں کر سکتا، کیونکہ اصلاح تو تقویٰ وپرہیزگاری کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ قرآن میں اصلاح کر لینے والوں کو مؤمنوں کا ساتھی قرار دیا گیا ہے:

''إلا الذين تابوا وأصلحوا واعتصموا بالله وأخلصوا دينهم لله فأولئك مع المؤمنين ''۔[8]

''لیکن جو لوگ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھیں اور خالص اللہ ہی کے لئے دینی امور انجام دیں تو یہی لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں''۔

مندرجہ بالا قرآنی آیت کے مفہوم سے واضح ہوتا ہے کہ اصلاح ایک اہم دینی فریضہ ہے جس کی بدولت معاشرہ میں بہتر انداز میں امن وسکون قائم ہو سکتا ہے کیونکہ جب تک معاشرہ میں امن کا قیام نہ ہو اس وقت تک اس کا دوام ممکن نہیں ہے چنانچہ اصلاح کے ذریعہ ہی اس احسن قدم کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ حدیث میں بھی اس کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔

اصلاح کا مفہوم سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں:

احادیث نبوی ﷺ میں بھی اکثر مقامات پر اصلاح کی اہمیت پر یوں زور دیا گیا ہے:

''لا أعده كاذبا، الرجل يصلح بين الناس، يقول: القول ولا يريد به إلا الإصلاح ''۔[9]

'' میں اس شخص کو جھوٹا تصور نہیں کرتا جو لوگوں کے مابین صلح کرانے میں از خود ایک بات کہے اور اس سے سوائے اصلاح کے کوئی اور ارادہ نہ کرے''۔

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ صرف امن کے قیام اور فساد کے خاتمہ کے لیے کوئی شخص جھوٹ بھی بولے تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں جھوٹا نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث میں بھی یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے:

''ليس الكذاب الذي يصلح بين الناس، ويقول خيرا وينمي خيرا''۔[10]

''وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو اپنی جھوٹی باتوں کے ذریعہ لوگوں کے درمیان اصلاح کرے یعنی باہمی عداوت رکھنے والوں کے درمیان صلح و

صفائی کرائے (آپس میں دشمنی رکھنے والوں میں سے ہر ایک سے) بھلی بات کہے اور ہر ایک کی طرف سے دوسرے کو بھلی بات پہنچائے''۔
چنانچہ مذکورہ بالا احادیث سے اصلاح کی اہمیت مزید واضح ہو جاتی ہے اسی طرح اس عالی مرتبت کام کو انجام دینے اور اجر کے حصول میں خواتین بھی کسی طرح پیچھے نہ رہیں جیسا کہ درج ذیل مختلف سرگرمیوں سے اس کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کے ہوتے ہوئے ہمیں دنیا کے کسی دوسرے مفکر، مصلح، فلسفی اور رہبر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارے ہر کام کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اللہ نے قرآن حکیم میں واضح طور پر ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ اس کی رضا اور خوشنودی صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے، بلکہ اللہ نے ہم سے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ اگر تم اللہ کے رسول کی پیروی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور کسی انسان کے لیے اس سے زیادہ بڑا مرتبہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود اللہ اس سے محبت کرنے لگے۔ اصلاح کے معنی درستی، ٹھیک ہونے یعنی نفس کے مطمئن ہونے اور بگاڑ کے ختم ہونے کے ہیں گویا کہ اصلاح معاشرہ سے مراد معاشرہ کی اصلاح صحیحہ، استحکام اور معاشرتی پالیسی کا ترقی کی طرف مثبت طریقے سے گامزن ہونا ہے۔ چنانچہ معاشرتی اصلاح کی دو اقسام ہیں

(1) معاشرتی اصلاح : اس سے مراد وہ اصلاح ہے جو بازاروں، مسجدوں اور ان کے علاوہ دیگر ظاہری امور میں ہوتی ہے اور اس قسم میں مردوں کا پہلو زیادہ غالب اور نمایاں ہوتا ہے کیونکہ اس میں انہی سے واسطہ پڑتا ہے اور یہی قوت وطاقت کے مالک ہوتے ہیں۔

(2) سماجی اصلاح: سماجی اصلاح سے مراد اندرون خانہ امور کی اصلاح ہے، اور یہ اصلاح عام طور پر خواتین کے ذمہ ہوتی ہے کیونکہ وہی گھر کی مالکن اور ذمہ دار ہیں،۔

اسلام میں اصلاح کی ضرورت یہ بیان کی گئی ہے کہ معاشرے میں ہر وقت ایک ایسا عمل ہونا چاہیے جس سے برائی کا خاتمہ ہو اور نیکی کو فروغ حاصل ہو اور اللہ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے نام کا بول بالا ہو اور اس عمل کو امت کی برتری اور فضیلت کا معیار قرار دیا گیا ہے اور اسے منصب نبوت کے وارثین کے طور پر امت کا منصب قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے نبی کریم کی بعثت کے دو مقاصد بیان کیے گئے ہیں ایک قرآن اور دوسرا اسوہ حسنہ کی تعلیم۔ اس لئے اصلاح معاشرہ گیا امت کی بنیادی ذمہ داری ہے اور اس کام کو کیے بغیر مفر نہیں ہے۔

دراصل معاشرے کی اصلاح کے دو پہلو ہیں، ایک ظاہری اور دوسرا باطنی، جب تک مواشرے کے دونوں پہلوؤں کا تزکیہ نہیں کیا جائے گا معاشرے میں اصلاح کا عمل پایہ تکمیل نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے اسلام نے شروع سے ہی اصلاح کے دونوں پہلوؤں پر زور دیا ہے بلکہ مکہ کے 13 سالوں میں تو معاشرتی اصلاح پر زیادہ زور دیا گیا اور مدینہ کے 10 سالوں میں سماجی اصلاح پر زور دیا گیا۔

اس لیے معاشرے میں پھیلی ہوئی بے راہ روی، انارکی اور بے سکونی کی جو کیفیت ہے اس کے خاتمے کے لیے مرد و خواتین دونوں کا مل کر اصلاح کرنے کے جو مثبت نتائج حاصل ہو سکتے ہیں وہ اکیلے مردوں کے کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتے، کیونکہ امت کا ایک بڑا طبقہ خواتین پر مشتمل ہے۔ اگر معاشرتی اصلاح کے لیے خواتین کو بھی آگے لایا جائے تو یہ مقصد جلد اور آسانی سے حاصل ہو جائے گا۔ لیکن اس مقصد کے لیے خواتین کو جو مسائل درپیش ہیں ان میں سے چند کا اجمالی تعارف یوں ہے۔

معاشرتی امن واصلاح کے عمل میں خواتین کو درپیش مسائل:

بلاشبہ معاشرتی امن واصلاح ایک اہم دینی فریضہ ہے اور اس کی ادائیگی ہر انسان پر بالعموم اور ہر مسلمان پر بالخصوص واجب ہے لیکن خواتین کو اس میدان عمل میں لانے سے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جن میں سے چند نمایاں مسائل درج ذیل ہیں

بے جا معاشرتی رکاوٹیں: خواتین کو اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں جس سب سے بڑی رکاوٹ کا سامنا ہے وہ معاشرہ کی طرف سے اس پر لاگو ہونے والی چند بے جا معاشرتی رکاوٹیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ عورت کے اصلاح عمل کے لئے گھر سے باہر جانے کو ایک معیوب عمل سمجھا جاتا ہے اور معاشرے میں اس کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا دائرہ عمل گھر ہی ہے۔ لہذا اسے گھر سے باہر ذمہ دار بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ اب دیکھنا یہ ہے کہ خواتین کا گھر کے اندر نگران وراعی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جو افراد خواتین کے زیر اثر ہیں ان کے حقوق ومفادات کی نگرانی کرنا، ان کو صحیح رستے پر چلانا، برے رستوں سے باز رکھنا اور ان کے نفع ونقصان کا خیال رکھنا بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواتین کے فطری دائرہ کار میں صرف اندرونی (خانگی) ذمہ داریاں ہیں بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ خواتین کے فطری دائرہ کار میں ایسی بہت سی سماجی واصلاحی ذمہ داریاں بھی شامل ہیں جن کے بارے میں صراحت کی ہے کہ وہ خواتین کو سونپی جاسکتی ہیں جیسا کہ اس ضمن سالم بھنساوی لکھتے ہیں کہ:

''و لیس فی شرع سویٰ نقصان عقلها و معلوم انه لم یصل الی حد سلب ولایتها بالکلیة الا تری انها تصلح شاهدة و نا فلوة فی الاوقاف و وصیة علی الیتامیٰ''۔[11]

'' شریعت نے عورت کے متعلق صرف یہ کہا ہے کہ اس کی عقل ناقص ہے لیکن ہر شخص یہ جانتا ہے کہ اس کی عقل کی کمی اس حد تک نہیں پہنچی کہ وہ کسی منصب کی اہل ہی نہ ہو۔ کیا ہمیں نہیں معلوم کہ وہ اوقاف کی نگراں اور ملوک ہوسکتی ہیں اور اس کو یتیموں کی دیکھ بھال کی وصیت کی جاسکتی ہے''۔

چنانچہ اس تصریح سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ خواتین اصلاحی اور سماجی خدمات کی اہل ہیں لیکن اس بات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ فقہاء نے جو کچھ کہا ہے اس کی صلاحیتوں کو سامنے رکھ کر کہا ہے، چنانچہ اس کو کوئی ذمہ داری دینے سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے پورا کرسکتی ہے یا نہیں؟ کیا یہ ذمہ داری اس کے مزاج کے رجحان کے مطابق ہے؟ تب ہی یہ معاشرہ اس کی صلاحیتوں سے فائدہ حاصل کرسکے گا بصورت دیگر وہ اپنی ذمہ داری کو اچھے طریقے سے ادا نہ کرسکے گی بلکہ معاشرے کے ساتھ ساتھ اس کی اپنی عائلی زندگی کے لیے بھی یہ ذمہ داری نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ خواتین پر یہ معاشرتی رکاوٹ بلاجواز ہے۔ چنانچہ خواتین فطری صلاحیتوں، ذوق اور میلان طبع کے مطابق اسلامی حدود وقیود کی پابندی کرتے ہوئے اصلاحی امور میں اپنا بھرپور کردار ادا کرکے مثبت تبدیلی لاسکتی ہیں۔

خواتین کی اصلاح وتربیت کا فقدان: کسی بھی قوم یا معاشرہ کی اصلاح وفلاح میں خواتین جو بنیادی کردار ادا کرسکتی ہیں وہ کسی باشعور سے مخفی

نہیں ہے۔اولاد کی تربیت، معاشرہ کی اصلاح اور معاشرتی فساد و بگاڑ کا تعلق مردوں کی نسبت خواتین سے زیادہ ہے۔چونکہ بچوں کی پہلی جائے پناہ ماوں کی گود ہوتی ہے اس لیے بچوں کا سب سے پہلا مکتب و مدرسہ یہی ہے۔چنانچہ اگر عورتیں چاہیں تو بگڑے ہوئے معاشرے اور مغربی معاشرہ کے اثرات کا رخ موڑ سکتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خواتین کی اصلاح کی طرف بڑی خصوصیت سے توجہ دی۔کیونکہ خواتین کی اصلاح ہی دراصل پورے معاشرہ کی اصلاح ہے۔جس طرح اولاد کی جسمانی تربیت ضروری ہے بعینہ مختلف علوم اور اصلاح کے طریقوں سے ان کی اخلاقی و روحانی تربیت بھی ضروری ہے عموماً یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ بہت سے لوگ اپنے گھر والوں کو نہ کبھی دین کی بات بتاتے ہیں اور نہ کسی برے کام پر ان کی روک ٹوک کرتے ہیں۔حالانکہ قرآن کریم میں یہ واضح حکم موجود ہے کہ :

’’يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا ‘‘۔[12]

’’اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ‘‘۔

اس ضمن میں نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ میں بھی ایسا ہی حکم وارد ہوا ہے:

’’ولا ترفع عنهم عصاك، أخفهم في الله‘‘ ۔[13]

’’ گھر والوں کو اللہ سے ڈراتے رہو اور تنبیہ کے واسطے ان سے ڈنڈے کو ختم نہ کرو‘‘۔

چنانچہ اس عمل (اصلاح) کے نہ ہونے کی وجہ سے خواتین خود اعلیٰ اخلاق سے بے بہرہ ہیں۔جس کی بنا پر معاشرتی اصلاح کا عمل یا تو نہ ہونے کے برابر ہے یا بالکل مفقود ہے۔اس لیے دوسروں کی اصلاح سے قبل خود مصلح خواتین کی اصلاح کرانا ضروری ہے۔اس مقصد کے لیے تربیتی کورسز یا تربیتی اجتماعات منعقد کر کے اجتماعی طور پر پہلے خود خواتین کے اخلاق کی اصلاح کروائی جائے تاکہ معاشرے میں ان کی اصلاح کا رنگ مزید پختہ ہو جائے۔چنانچہ خواتین کو ان امور کا علم ہونا چاہیے کہ تعلیم سے مقصود تربیت ہی ہے۔کیونکہ تعلیم تو علم دینا ہے مگر تربیت کا مقصد علم پر عمل کرانا ہے اور یوں علم کا اصل مقصود عمل ہی ہے۔اس لیے تربیت اخلاق سے قطع نظر کرنے اور اسے ضروری نہ سمجھنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

بچوں کے تربیتی مسائل: بچے ماں کی شفقت و محبت سے جب محروم ہو جاتے ہیں تو پھر نگرانی و نگہبانی کی تلافی کوئی بھی خادمہ یا مدرسہ نہیں کر سکتا، جبکہ ماں اس نقصان کو ہونے ہی نہیں دیتی۔عورت، جس کی اولین ذمہ داری چھوٹے بچوں کی پرورش اور گھر کی دیکھ بھال ہے دیگر سرگرمیوں میں اس کی عدم شرعی احکام شرکت کی وجہ سے اس کے شوہر کو اشکال ہو سکتی ہیں۔جس کی وجہ سے خاندان بکھر سکتا ہے اور یوں معاشرہ کی بنیادیں کمزور پڑ سکتی ہیں۔جس طرح والدین بچے کی جسمانی آسودگی اور مادی آسائشوں کا اہتمام کرتے ہیں اسی طرح ذہنی اور روحانی آسائش و سکون فراہم کرنا بھی ان کی ذمہ داری میں شامل ہے۔بچے کی متوازن شخصیت کی نشوونما کے لیے ذہنی اور روحانی سہولتیں بہت ضروری ہیں جن میں ایک بنیادی ضرورت ماں کی بھرپور توجہ ہے۔لیکن اگر ماں اصلاحی کاموں کے لیے گھر چھوڑے گی تو ظاہر ہے تو سب سے پہلے بچے ہی متاثر ہوں گے۔یوں بچے خود سر اور ضدی ہونے کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر کمزور بھی ہو جاتے ہیں، خواتین جب باہر کی

ذمہ داریاں ادا کر کے واپس گھر آتی ہیں تو وہ ذہنی وجسمانی تھکاوٹ کے سبب اپنی گھریلو ذمہ داری کو خوش اسلوبی سے نہیں نبھا پاتیں۔اس لیے خواتین کی اپنی تربیت کے ساتھ بچوں کی تربیت بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

زوجین کے درمیان ہم آہنگی کا مسئلہ: اصلاح معاشرہ کے حوالے سے خواتین میں ایک یہ کمی بھی ہے کہ وہ مرد کی طرف توجہ نہیں دیتیں۔اگر مرد نماز نہیں پڑھتا تو وہ اس کو بالکل نصیحت نہیں کرتیں۔اگر وہ مال ناجائز طریقے سے کما رہا ہے تو اس کی بالکل روک ٹوک نہیں کرتیں یعنی دینی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی برتتی ہیں کہ مرد کو جہنم کی آگ سے بچانے کا اہتمام نہیں کرتیں۔اسی طرح دیگر معاملات میں بھی اس کو سمجھانے کی کوشش نہیں کرتیں اور یہ عذر پیش کرتیں ہیں کہ وہ مجبور ہیں مرد جو کچھ لاتا ہے ہمیں وہی کھانا پڑتا ہے۔جیسا سلوک وہ کرتا ہے ہمیں برداشت کرنا پڑتا ہے۔لیکن اگر خواتین کمر بستہ ہو کر عزم صمیم کر لیں تو بہت جلد یہ معاشرتی خرابیاں دور ہو سکتی ہیں اور اگر دور نہ ہو سکیں تو کم ضرور ہو جائیں گی۔مشاہدہ میں آیا ہے کہ بعض عورتیں مردوں سے زیادہ مضبوط ہوتیں ہیں۔اگر وہ بے جا فرمائش نہ کریں اور کفایت شعاری سے کام لیں تو بہت سے مرد خود بخود ناجائز ذرائع آمدن سے اجتناب کریں گے۔ان تمام مسائل کی بنیادی وجہ زوجین کے درمیان ہم آہنگی کا فقدان ہے اگر زوجین میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے تو نتیجتاً پہلے گھر پھر خاندان اور آخر کار معاشرہ میں مثبت تبدیلی آسکتی ہے۔

خاندانی نظام کا انتشار:

خواتین کی ضابطے کے بغیر ان امور میں شرکت کا سب سے بڑا نقصان مسلم عائلی خاندان کی تباہی ہے۔کیونکہ خاندان معاشرہ کی اہم ترین اکائی ہے اور خاندان میں عورت کا وجود رحمت وشفقت اور غم گساری کا نمونہ ہے جس سے اگر بچے محروم ہو جائیں تو خاندان انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں اور خاوند جس کا منتظمانہ کردار بیوی کے مشفقانہ طرز عمل سے مل کر خاندان کو استحکام عطا کرتا ہے اگر خواتین کی مصروفیت کے باعث ان کے درمیان ذہنی ہم آہنگی کا فقدان ہو جائے تو ان کے مابین بے یقینی اور بے اعتمادی کی صورت حال پیدا ہو جائے گی جس کی بدولت زوجین کے مابین اختلافات بڑھنے سے خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

خواتین کی مختلف ذمہ داریوں کے درمیان توازن کا فقدان:

اصلاحی سرگرمیوں میں شریک خواتین کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان میں سے ایک مسئلہ خواتین کا اپنی ذمہ داریوں کے درمیان توازن قائم نہ رکھ سکنا بھی ہے،اس معاملہ میں وہ افراط و تفریط کا شکار ہو جاتی ہیں۔خواتین کی اولین اور بنیادی ذمہ داری اولاد کی تربیت و نگرانی،شوہر کی خدمت اور خاندان و گھر کی حفاظت کرنا ہے اور یہ ایک کل وقتی ذمہ داری ہے جو اس کی نفسیاتی،بدنی اور عقلی صلاحیتوں کو متاثر کرتی ہے اگر عورت اس معاملے میں اپنے شوہر،اولاد اور معاشرہ سے مدد نہ لے تو اس کے لیے بہت سی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔

اس امر کی ہے کہ عورت اپنی تمام ذمہ داریوں کے درمیان توازن پیدا کرے اور سب سے پہلے اپنے گھر،اولاد اور شوہر کا خیال رکھے پھر سماجی و اصلاحی معاملات میں حصہ لے اور اگر باہر کی ذمہ داریاں گھریلو زندگی کو متاثر کر رہی ہوں تو ان ذمہ داریوں کو اس قدر انجام دے جو اس پر واجب ہوں اور تعارض کی صورت میں اپنے گھر اور خاندان کو ہی ترجیح دے۔

گھر اور باہر کی ذمہ داریوں کے تناظر میں ان کے درمیان توازن قائم رکھنے کے سلسلے میں خواتین کے لیے درج ذیل امور مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

- ترجیحات کا تعین کر کے اچھی منصوبہ بندی کریں۔
- منصوبہ بندی اور تنظیمی عمل میں شوہر کو شریک کریں تاکہ شرکت، تعاون اور تسلسل کی راہ ہموار ہو سکے۔
- وقت کو منظم کریں، اس کی قدر و قیمت جانیں اور اس کو استعمال کرنے کا فن جانیں کیونکہ وقت ہی زندگی ہے۔
- گھریلو اور معاشرتی زندگی کے درمیان اعتدال اور توازن کو برقرار رکھیں۔
- اہداف کو حاصل کرنے کے لیے اپنی منصوبہ بندی کے عمل میں شوہر اور اولاد کو بھی شامل کریں تاکہ ان کا اعتماد برقرار رہے اور وہ ان کے لیے مدد و معاون ثابت ہوں۔

خواتین کی صحت کے مسائل:

ایک ہی وقت میں دو ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے نبھانے کی کوشش خواتین کو ذہنی و جسمانی دونوں طرح سے تھکا دیتی ہے۔ مزاج میں غصہ، جھنجلاہٹ اور بیزاری بڑھنے لگتی ہے اور اس پر ذہنی تناؤ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ کوئی بھی ذمہ داری پوری طرح سے ادا نہیں کر پاتیں اور اسی وجہ سے گھریلو جھگڑوں میں اضافہ ہوتا ہے اور انہی جھگڑوں کی وجہ سے خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے اور آج طلاق کی شرح میں اضافہ کا بھی یہی سبب ہے۔

عدم تحفظ کے احساس کا مسئلہ:

اسلام کے مقرر کردہ ضوابط کی پیروی کے بغیر گھر کی پناہ گاہ سے باہر نکل کر خواتین بعض اوقات شرعی لباس کی پابند نہیں رہتیں جس کی وجہ سے دوسروں کو چھیڑ چھاڑ کا موقع ملتا ہے۔ معاشرہ چونکہ بہت سے اچھے اور برے افراد کے مجموعے کا نام ہے اور اس میں مرد کو اپنی برتری کا خاص احساس بھی ہوتا ہے۔ اس لیے اس احساس کی بدولت وہ ملازم پیشہ خواتین کو پوری طرح سے ان کا حق دینے کو تیار نہیں ہیں خواہ وہ مالی استحقاق ہو یا کام کے حوالے سے ہو۔ اسی طرح مخلوط اداروں میں بھی خواتین اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتیں یعنی خواتین کو عدم تحفظ کا احساس ہوتا ہے گو کہ خواتین اس مقصد کے لیے پردہ کی رعایت کا خیال کرتے ہوئے اس کام کو انجام دیتی ہیں۔ لیکن مردوں کے اس معاشرے میں بعض لوگ بدنگاہی کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں یعنی غیر محرموں کی طرف بے باکانہ دیکھتے رہتے ہیں اور چونکہ بدنظری گناہوں کی طرف بڑی تیزی سے کھینچ کر لے جاتی ہے اس لیے وہ معاشرہ میں خواتین سے دست درازی تک کر لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے خواتین کو عدم تحفظ کا احساس ستاتا رہتا ہے اور اسی بنا پر خواتین اصلاحی و سماجی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے ہچکچاتی ہیں۔ جس سے خواتین کئی طرح کے مسائل کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اسی عدم تحفظ کے احساس کے نتیجے میں معاشرہ کے امن کو خطرہ ہو گا جس سے معاشرتی استحکام بھی مشکل ہو جائے گا۔

عصری تقاضوں سے ناواقفیت کا مسئلہ:

وہ روایتی ادارے جو کہ معاشرے کا حصہ ہیں اور اس پر اثر انداز ہوتے ہیں ان میں ایک ادراہ ابلاغ عامہ ہے۔ عصر حاضر میں اس کی وسعت اور اثر پذیری کی وجہ سے اسے ریاست کا چوتھا ستون قرار دیا گیا ہے۔ ریاست کا استحکام وانتشار بھی اس ادارے سے جڑا ہوا ہے۔ مختلف شخصیتوں کے کردار کو اجاگر کرنے یا ماند کرنے میں ابلاغ عامہ کا بہت بڑا کردار ہے۔ ابلاغ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی پہنچانا ہے اور اسی مادہ سے تبلیغ کا لفظ نکلا ہے جو کسی اچھی بات اور بالخصوص دینی بات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن نے اس کے لیے بلاغ کا لفظ استعمال کیا ہے جو کہ ابلاغ کے معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے جیسے ارشاد ربانی ہے:

''فإن توليتم فاعلموا أنما على رسولنا البلاغ المبين''۔[14]

''اگر اعراض کروگے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول ﷺ کے ذمہ صاف صاف پہنچادینا ہے''۔

گویا پیغمبروں کے ذمہ صرف آیات یا احکام الہیٰ کو بندوں تک پہنچادینا ہے اس پر عمل کروانا نہیں ہے۔ ابلاغ دراصل اپنے مافی الضمیر کو آگے پہنچانے کا نام بھی ہے۔ قدرت نے ہر مخلوق کو فطری طور پر اپنی نوع میں پیغام پہچانے کا سلیقہ عطا کیا ہے۔ ابلاغ میں زبانی کے ساتھ تحریری وسائل بھی ہمیشہ سے بروئے کار لائے جاتے رہے ہیں۔ لیکن عصر حاضر میں جتنی ضرورت اس ذریعہ کی آج ہے اتنی پہلے کبھی نہیں رہی۔ ابلاغ اور اظہار کے اسلوب پر غور کرنے سے ہمیں دو قسم کے نمونے نظر آتے ہیں۔ ایک نمونہ کو پیغمبرانہ نمونہ یا مثال کہا جاتا ہے جبکہ دوسرے کو ابلیسی نمونہ۔ تاریخ انسانی انہی دو نمونوں یا مثالوں کے گرد گھومتی ہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ پیغمبرانہ نمونہ پر مبنی ہے جس کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں۔

- عقیدہ اسلامی کا غیر مبہم اظہار
- اسلامی اخلاق کی توضیح
- دعوت الی اللہ کا فروغ
- دینی ودنیوی تعلیم کی اشاعت
- مسلم تشخص کے لیے سیاسی واجتماعی شعور کا استحکام
- صالح معاشرے کے قیام میں تعاون کا ذریعہ
- اخوت ویک جہتی کے قیام میں معاونت

چونکہ نیکی کا فروغ اور برائی کی روک تھام اسلامی تعلیمات کا بنیادی اصول ہے اس لئے امت مسلمہ کو یہ فریضہ انجام دیتے رہنا چاہیے ورنہ اس کی اجتماعی زندگی میں بگاڑ کی ایسی صورتیں پیدا ہوں گی کہ ان کی اصلاح مشکل ہو جائے گی۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ طبقہ نسواں کو اس اہم ادارے کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے اس میدان میں آگے آنا چاہیے اور ابلاغ کے نئے طور طریقوں کو سیکھنا چاہیے اس سے ایک تو

اصلاح کا پیغام بہت بڑے پیمانے پر ہو سکے گا اور دوسرے اس سے صالح معاشرے کے قیام میں معاونت بھی ملے گی۔ اگر خواتین ذرائع ابلاغ کو مثبت طور پر استعمال کرنا سیکھ لیں تو ریاست کی پالیسیوں کے تعارف اور اس کی تعمیل میں ریاست کے دست و بازو کی حیثیت اختیار کر سکتی ہیں اور اسلامی ریاست کے مقاصد کو فروغ دینے میں بھرپور تعاون کر سکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلم معاشرے کے استحکام میں اپنا اہم کردار ادا کر سکتی ہیں جس سے تخریبی قوتوں کی حوصلہ شکنی ہو گی اور معاشرے میں امن و محبت کے جذبات کی آبیاری ہو گی اور ان عوامل کا قلع قمع ہو گا جو رشتہ اخوت کو نقصان پہنچانے کا سبب بنتے ہیں۔

چنانچہ ابلاغ عامہ کی طاقت کو استعمال کرتے ہوئے اسلامی ریاست کی مدد سے منفی قوتوں کا زور توڑا جا سکتا ہے۔ جس سے معاشرہ میں پنپنے والی تخریبی قوتوں کے لیے خواتین سد راہ بن سکتی ہیں۔ اس مقصد کے لیے الیکٹرونک میڈیا اور پرنٹ میڈیا دونوں کو استعمال کیا جا سکتا ہے اور اس معاملہ میں خواتین ریکارڈ شدہ اور براہ راست دینی و اصلاحی پروگراموں میں شامل ہو کر معاشرے کے ایک بڑے حصے (خواتین) کو اصلاح کے لیے مائل کر سکتی ہیں اور اپنی تحریروں سے بھی پڑھی لکھی اور ذی شعور خواتین کو اس کام کی طرف راغب کر سکتی ہیں جس سے اصلاح کا عمل دوچند ہو سکتا ہے۔

امن واصلاح میں خواتین کو درپیش مسائل سے نجات کا لائحہ عمل:

مذکورہ بالا مسائل براہ راست خواتین کی شخصیت اور خاندانی نظام پر اثر انداز ہوتے ہیں چنانچہ ان مسائل سے چھٹکارا یا نجات پانے کے لائحہ عمل میں درج ذیل امور معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

1. سب سے مقدم اور ضروری یہ جاننا ہے کہ ''اسلام میں خواتین کا کیا مقام ہے''؟ اس کو نہ صرف سمجھا جائے بلکہ ان لوگوں کو بھی قائل کیا جائے جو یا تو علم تک دسترس نہیں رکھتے یا شاید ان کے نزدیک یہ مسئلہ کچھ اتنا گھمبیر نہیں ہے کہ اس پر وقت صرف کیا جائے۔
2. یقیناً یہ امر طے شدہ ہے کہ آج خواتین کا نہ صرف اپنا رویہ بلکہ خواتین سے متعلق دوسرے لوگوں کا رویہ انتہا پر ہے لہذا کوشش کرنی چاہیے کہ ان دونوں انتہاؤں سے دامن بچا کر ایک معتدل پروگرام مرتب کیا جانا چاہیے۔ جہاں ہر خاتون کی اپنی ایک مضبوط شناخت ہو یعنی سب کا رویہ انتہا پسندی سے بالاتر ہو۔
3. خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک نہ کیا جائے۔ بلکہ انہیں ان کی بساط کے مطابق ترقی کے مواقع فراہم کئے جانے چاہیئے۔
4. مذہبی تعلیم خاص طور پر ''خواتین سے متعلق اسلام کا نظریہ اور ان کا مقام'' اس کو نصاب میں شامل جانا چاہیے۔ گو کہ چند ایک موضوعات اب بھی پڑھائے جا رہے ہیں مگر وہ ناکافی ہیں لہذا چند ایک مناسب موضوعات اور شامل کر لئے جانے چاہیں۔
5. جو خواتین معاشرتی امن و اصلاحی سرگرمیوں میں حصہ لینا چاہتی ہیں انہیں صحت مندانہ ماحول مہیا کیا جانا چاہئے یعنی ایک طرف تو انہیں صحت مندانہ ماحول مہیا کیا جائے جبکہ دوسری طرف خواتین کو بھی اس چیز کا شعور ہونا چاہیے کہ دین ان پر کسی قسم کی پابندیاں کیوں عائد کرتا ہے۔

6. خواتین کے لئے الگ بنک اور الگ ہسپتالوں کا قیام یقیناخواتین اور پورے معاشرے کی معاشی و معاشرتی ترقی میں معاون ثابت ہو گا۔

7. خواتین گھر سے باہر کام کرتی ہیں ان کے ساتھ روایتی خواتین والا رویہ نہ اپنایا جائے کہ ان پر گھر کا بوجھ بھی مکمل طور پر ڈال دیا جائے ۔بلکہ ان کے ساتھ گھریلو ذمہ داریوں میں گھر کے دوسرے افراد کو بھی حصہ لینا چاہیے۔

8. مساوات کا مفہوم واضح کرنا ہو گا کہ مساوات ہے کیا؟ یہاں مساوات سے مراد یہ لی جارہی ہے کہ جو کام مرد کر سکتا ہے وہ عورت بھی کر سکتی ہے۔ لہذاان کے حقوق میں کسی قسم کی تخصیص نہیں ہونی چاہیے اور یقینااسی طرح فرائض بھی تخصیص سے بالاتر ہیں مساوات یہ ہے کہ ہر ایک سے اس کی صلاحیت کے مطابق کام لیاجاناچاہیے اوراس کے کام کے مطابق مناسب معاوضہ عطا کیاجاناچاہیے۔

9. یادرہے معاوضہ سے مراد صرف رقم نہیں بلکہ اس میں عزت اور اہمیت یہ دونوں چیزیں بھی شامل ہیں۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ ذمہ داری کا تعین صنفی تقاضوں کو مدنظر رکھ کر کیا جائے۔

10. معاشرے سے یہ خیال ختم کیا جائے کہ بیٹا تعلیم اور اچھی خوراک پر زیادہ حق رکھتا ہے اور بیٹی کم۔اس کا نتیجہ یقینا بہت بھیانک ہے۔ کیونکہ لڑکے بچپن ہی سے غالب ہونے کا سوچ لیتے ہیں اور بچی مغلوب اوران کی بچپن کی یہ تربیت یقیناان کی پوری زندگی کو متاثر کرتی ہے۔

11. تعلیم کے ساتھ ساتھ خواتین کو عسکری تعلیم ضرور دی جائے تاکہ وقت پڑنے پر وہ مردوں کے ساتھ جہاد میں شامل ہو سکیں۔ اگراتنا نہیں تو کم از کم اپنا تحفظ تو کر سکیں۔

12. خواتین کے لئے ایسے شعبوں کا انتخاب مناسب نہیں جو کہ ان کو ان کے وقار سے گرادیں۔ مثلاً کلر کی کرنا۔ جہاں مرد کلرک بھی موجود ہیں اور ہوٹل میں بیراگیری کرنا کہ جہاں طرح طرح کے لوگ آتے رہتے ہیں۔

13. جو خواتین اس قسم کے پیشے اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ان کے لئے گورنمنٹ کو مناسب اسکالرشپ تجویز کرنا چاہیے۔ان کے لئے ایسی ملازمت کا موقع فراہم کرنا چاہیے جو کہ اس کے تقدس کو برقرار رکھے کیونکہ یہ بات یقینا قابل ذکر ہے کہ غیر خانگی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا مطلب یہ نہیں کہ پردے کو خیر باد کہہ دیا جائے بلکہ ایسے مواقع پر پردے کا خیال رکھنااشد ضروری ہے۔

14. عصر حاضر میں اسلامی قانون جمود کا شکار ہے کیونکہ علماء وفقہاء کی جانب سے عصری تقاضوں کو نظر انداز کیا جارہا ہے انہیں چاہیے کہ اپنی برموقع نفسیاتی تخلیقی قوتوں میں راہ اعتدال کا اسلوب اپنائیں کیونکہ طرفین کے رویوں میں لچک حصول کے مقاصد میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

15. خواتین کے محفوظ سفر کے لیے ملائشیا کی طرز پر پنک ٹرین کی طرح پنک ٹیکسیاں بھی چلائی جائیں تاکہ وہ ستائی نہ جائیں۔

16. خواتین کے لیے الگ شریعت کورٹ کا قیام عمل میں لایا جائے۔

17. میڈیا کے ذریعے صنفی محرکات مثلاخاندانی مسائل، ناگفتہ بہ معاشی حالات اور اخلاقی و تہذیبی دباو کو منظر عام پر لاکر خواتین کی آگاہی اور

رہنمائی کی جائے۔

18. تمام اصلاحی و فلاحی اداروں کو حکومت کی طرف سے یہ ہدایت جاری کی جائے کہ خواتین کی رہنمائی کے لیے آسان اور علاقائی زبانوں میں (Character Guides) تیار کریں تاکہ دیہاتی و شہری، تعلیم یافتہ اور ان پڑھ سب اپنی اصلاح کر کے دوسروں کی زندگیاں سنوارنے کا ذریعہ بن سکیں۔

19. اکثر ٹی وی پر نامور مسلم خواتین کے کردار پر مبنی سبق آموز پروگرام پیش کیے جائیں تاکہ عوام میں بھی ایثار و قربانی اور امن واصلاح کا جذبہ بیدار ہو جائے۔

20. معاشرتی امن واصلاح کے لیے مساوات مرد وزن کے قائلین ومانعین کو انتہا پسندی سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ انتہا پسندی حسن کو بھی قبیح بنا دیتی ہے۔

21. دور جدید کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حقوق نسواں کے لیے مناسب قانون سازی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

الغرض پہلی صدی ہجری میں مسلم خواتین کے معاشرتی امن واصلاحی سرگرمیوں کے فہم کے لئے اسلامی فکر کے طبقہ نسواں کی خدمات سے استفادہ کرنے میں کسی شرم سے کام نہیں لینا چاہیے۔ واقعاتی صورت حال درست فہم میں احکامات الٰہی کی تشریح و عملی تطبیق میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ حقائق سے غفلت کا رویہ کسی بھی سوال کو حل کرنے سے دوری کا موجب بنتا ہے۔ آج کے بعد اسلام کی وہی تشریح مؤثر ہو گی جو مسائل کی زیادتی میں اضافہ کرنے کی بجائے مسائل کو حل کرنے والی ہو۔ راہ صلاح و فلاح اسی کا نام ہے اور بلاشبہ اس پہلو پر توجہ معاشرتی امن واصلاح کے ساتھ ساتھ قومی ونسوانی ترقی میں بھی معاون ثابت ہو گی۔

خلاصہ بحث:

مندرجہ بالا تمام ابحاث سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ امن واصلاحی سرگرمیوں میں خواتین کی شرکت شرعی طور پر جائز ہے شرعی دلائل میں اس کی ممانعت نہیں ہے بلکہ صحیح اور صریح نصوص کے مطابق مقام و مرتبہ، تکلیف اور جزا و ثواب میں خواتین مردوں کے ہم پلہ ہیں۔ عہد نبوی ﷺ میں اور بعد کے زمانوں میں خواتین کی شرکت کے واضح ثبوت ملتے ہیں جو کہ حجت ہیں۔ اس کے علاوہ ہم ہمہ قسم کی سماجی سرگرمیوں مثلاً ثقافتی، معاشی، سیاسی، دعوتی اور اصلاحی سرگرمیوں میں خواتین کے شرکت کے مستقبل کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور یقیناً اس سلسلہ میں مستقل ترقی ہوتی جائے گی۔ لیکن ایسا اسی وقت ممکن ہے جب خواتین کو ذکر کردہ معاونین کی طرف سے مکمل تعاون حاصل ہو۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے تعلیمی نظام میں تحریک اسلامی، گھروں میں اور معاشرہ کے تربیتی و تعلیمی اداروں میں اس نقطہ نظر کو عام کریں اور اس کے لیے مختلف عہدوں کی روشن مثالیں پیش کریں جن میں سرفہرست عہد نبوی ﷺ ہے جو کہ عہد وحی و تشریع ہے۔ چنانچہ خواتین کے لیے گھر کی اندرونی و بیرونی دونوں ذمہ داریوں میں توازن اس قدر واجب ہے جتنا کہ عورت کر سکے لیکن جب دونوں کے درمیان کوئی تعارض پیش آ جائے تو پھر خواتین اپنے بیرونی کاموں میں کمی کریں گی تاکہ ان کا گھر بچ سکے کیونکہ گھر بہر طور زیادہ اہم اور مفید ہے۔

اگرچہ خواتین اعداد و شمار کے لحاظ سے معاشرہ کا نصف ہیں لیکن اپنے شوہر، اولاد اور گرد و پیش پر اثر پذیری کے لحاظ سے وہ نصف سے بھی زیادہ ہیں۔ ماضی سے اب تک لوگوں کے دو گروہ رہے ہیں ایک گروہ خواتین کا حامی و طرف دار ہے اور دوسرا مخالف اور دشمن۔ ثانی الذکر طبقے نے تخلیق آدم سے لے کر عصر حاضر تک انسانیت کو پیش آنے والی تمام مشکلات اور مصائب کا ذمہ دار عورت کو ٹھہرایا ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں حواؑ نے ہی آدمؑ کو حکم الہیٰ کی خلاف ورزی پر مائل کر کے اسے شجر ممنوعہ کا پھل کھانے پر اکسایا۔ جس کے نتیجے میں انسان کو جنت سے نکال کر زمین پر اتار دیا گیا اور اسے مشقت سے دوچار کرایا۔ یہود و نصاریٰ کی تمام مقدس کتابوں نے بھی اسی الزام کو درست تسلیم کرتے ہوئے عورت کو اس کا ذمہ دار قرار دیا اور اسی بنا پر علم جیسی نعمت جو ہدایت کا راستہ اور کج رووں کو راہ راست پر لانے والی ہے، سے اسے محروم رکھا گیا اور اسے خواتین کے لیے ذلت و حقارت قرار دے کر اور تعلیم یافتہ خواتین کو زہر ہلاہل سے آراستہ ناگن قرار دیا گیا۔ کچھ ایسی ہی صورت حال ماضی قریب میں بھی رہی جس کی وجہ یہ تھی کہ خواتین کے بارے میں غلط روایات کو پھیلایا گیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج عورتوں کی اکثریت جہالت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ وہ دنیا سے بھی ناواقف ہونے کے ساتھ ساتھ دین سے بھی ناآشنا ہیں۔ اسی لیے عورت کی تعلیم کو گناہ قرار کرا سے ملکی و ملی معاملات سے دور رکھا گیا۔ ماضی میں خواتین کو عدم تحفظ کے احساس، عائلی زندگی کے انتشار کا ڈر، علم کا فقدان، تربیت کی کمی، حق وراثت سے بے دخلی، ذاتی اختیار کی محرومی، مالی ناآسودگی اور صحت کے بہت سے پیچیدہ اور دیگر گوناگوں مسائل کا سامنا رہا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حقیقی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں خواتین کو معاشرہ میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کے مواقع دیے جائیں اور ان کی جسمانی تربیت کے ساتھ ساتھ اخلاقی و روحانی تربیت پر بھی بھرپور توجہ دی جائے۔ اس مقصد کے لیے تربیتی مراکز قائم کیے جائیں اور معاشرتی اصلاح میں ان کے کردار کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اس عظیم عمل کے لیے علمی و عملی لحاظ سے خواتین کو بھی تیار کیا جائے۔ اس سے بے جا معاشرتی قدغنیں دور کی جائیں، ان کی اخلاقی تربیت کے ادارے قائم کیے جائیں۔ شوہر اور خاندان کو اس کے مثبت عملی کردار سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اس کردار میں شمولیت کے لیے خواتین کی ذہن سازی کی جائے۔ خواتین کی مختلف ذمہ داریوں کے درمیان توازن کے لیے ان کی معاونت کی جائے، اسے عدم تحفظ کے احساس سے نکالنے کے لیے موثر پالیسی بنائی جائے اور عصر حاضر کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے جدید ٹیکنالوجی اور جدید ذرائع ابلاغ سے واقف کرایا جائے تاکہ معاشرہ میں امن واصلاحی سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہو اور اس کی بدولت ایک مثالی و فلاحی معاشرہ کا قیام ممکن ہو سکے۔ چنانچہ یہ امر نہایت ضروری ہے کہ خواتین مختلف شعبہ حیات میں اپنا بھرپور کردار ادا کر کے قومی و ملی ترقی کی رفتار میں اضافہ کا سبب بنیں۔ لہذا خواتین اسلامی فلسفہ حکمت کو سمجھتے ہوئے یعنی شرعی حدود میں رہ کر معاشرتی امن واصلاحی امور میں شرکت کریں تو ان کی اس شرکت سے مطلوبہ فیوض و برکات کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔

مصادر و مراجع

Bibliography

---

[1] مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز اردو بازار لاہور س ن۔ ص 122

Molvi Feroz-ud-Din, Feroz-ul-Lughat, Feroz Sans Urdu Bazaar Lahore, p-122

2 القرآن، البقرہ126:2

The Qur'an, Al-Baqarah 126: 2

3 القرآن، آل عمران97:3

The Qur'an, Al-Imran 97: 3

4 احمد بن حنبل، امام مسند احمد، المتکبۃ الاسلامی للطباعۃ والنشر بیروت1388ھ، ج5، ص139

Ahmad Bin Hanbal, Imam Musnad Ahmad,Almaktaba tul Islami liltabaata wal Nasher Berote 1338H,V-5,P-139

5 ایضا، ج14، ص410

I bid,V-14,P-410

6 مولانا عبدالرشید نعمانی، لغات القرآن، دارالاشاعت اردو بازار کراچی، 2007، ص161

Maulana Abdul Rasheed Nomani,Lughat-ulQuran,Darul AshaatUrdu Bazar Karachi,2007, P- 161

7 مولوی فیروزالدین، فیروزاللغات، فیروز سنز اردو بازار لاہور س ن، ص106

Molvi Feroz-ud-Din, Feroz-ul-Lughat, Feroz Sans Urdu Bazaar Lahore, p-106

8 القرآن، النساء146:4

The Qur'an, Al-Nisaa 146: 4

9 سجستانی، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، م275ھ، سنن، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، س۔ن ج4، ص281

Sajastani, Abu Dawud,Suleman Bin ashaat,275H , Sunan,Al maktaba Tul asria,Beruit,v.4,p. 281

10 مسلم، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری، م261ھ صحیح، داراحیاء التراث العربي، بیروت، 1985ء، ج4، ص2011

Muslim,Imam abu al Hussain Bin Hijaj Bin Muslim Qaseeri, Sahih,Dar Ahya al Turas al Arbi Beruit, 1985, v. 4, p. 2011

11 سالم بھنساوی، مکانۃ المراۃ بین الاسلام والقوانین العالمیۃ، دارالقلم کویت، 1986ص403

Salam Bhansawi,Makana tul Mirata Bainal aqwam wal Qwaneen al Aalmia,Dar ul qalam Kowait,1986,p-403

12 القرآن، التحریم6:66

The Qur'an, Al-Tahreem 66: 6

13 الطبرانی، سلیمان بن أحمد بن أیوب (م360ھ)، المعجم الاوسط، دارالحرمین، القاھرۃ، 1995ء ص307

Al Tibrani,Suleman Bin Ahmed Bin Ayub ,Almuajam ul aost,dar ul hermain,Al Qahirah1995,p-307

14 القرآن، المائدہ92:5

The Qur'an, Al-Maaidah 92: 5